مصباح الرحمن یوسفی
استاذ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

قاضی کی اہلیت کی شرائط

قضا چونکہ ایک انتہائی حساس اور اہم منصب ہے اس لیے اسلام نے اس منصب کو سنبھالنے کیلئے اہلیت کی بنیادی شرائط لگا دی ہیں۔ تاکہ اس حساس مقام پر صرف وہی افراد بیٹھ سکیں جو حقیقت میں اس کے اہل ہوں، رعیت کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت اور حقوق معاشرہ کی نگہبانی کما حقہ ہو سکے۔ اور کوئی فرد اپنی کم علمی یا نا اہلی کی بنا پر معاشرہ کے لیے دردِ سر نہ بن جائے۔

اس سلسلے میں ہم ان تمام شرائط کا ذکر کریں گے جو فقہاء کے ہاں مذکور ہیں۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ تمام فقہاء کے نزدیک قاضی کا اخلاقِ عامہ صفات حسنہ اور علم و فضل سے متصف ہونا افضل ہے۔ اور ایسی شخص کو اس منصب پر بٹھایا جائے گا جو امت مسلمہ میں زیادہ بہتر ہوگا۔ لیکن کیا یہ صفات قاضی کے لیے شرائط کی حیثیت رکھتی ہیں یا نہیں؟ اور ان میں سے کم سے کم وہ کون سی صفات ہیں جن کا قاضی کے اندر پایا جانا ضروری ہے۔ اور جن کے بغیر کوئی آدمی قضا کے منصب کا اہل ہی نہیں ہوتا؟

یہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں:۔

اسلام کوئی شخص اس وقت تک قاضی نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو۔ (۱) مسلمان سے مراد صرف وہ شخص ہے جو شریعت محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پر ایمان لایا ہو اور اس کو دنیا کا واحد الٰہی قانون اور قابل عمل شریعت سمجھتا ہو۔

اگر کوئی قاضی صرف مسلمانوں کے درمیان متنازعہ امور میں فیصلے کرے یا فریقین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو اس صورت میں تو قاضی کا مسلمان ہونا مسلمہ طور پر ضروری ہے (۲)

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ " ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا" (۳)

لیکن اگر فریقین دونوں کافر، غیر مسلم ہوں تو اس صورت میں دو رائے پائی جاتی ہیں۔ جمہور علماء جن میں مالکی، شافعی، حنفی، ظاہری اور شیعہ مکاتب فکر شامل ہیں اس صورت میں بھی قاضی کا مسلمان ہونا شرط اور ضروری قرار دیتے ہیں، (۴) جب کہ فقہاء احناف کے نزدیک کفار کے نزاعی امور میں فیصلہ کرنے کے لیے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے (۵) اگر ضرورت پڑے تو غیر مسلم بھی عدل و انصاف کے مطابق فریقین کے مابین فیصلہ

کر سکتے ہیں، لیکن یہ پیش نظر رہے کہ کفار کو اسلامی معاشرے میں کسی بھی بنیادی منصب پر بٹھانا جائز نہیں لہٰذا بطور پالیسی کے کوئی بھی اسلامی حکومت کفار کو قاضی / جج کے منصب پر مامور کرنے کی مجاز نہیں۔ البتہ بعض خاص صورتوں میں حکومت وقت وقتی طور پر ضرورت کے پیش نظر ایسا کر سکتی ہے لیکن کسی بھی وقت اس کو نظیر بنانا درست نہ ہوگا بلکہ کوشش یہی کی جائے گی کہ اسلامی معاشرے میں تمام اہم امور اور مناصب بشمول قضا کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوں، کیونکہ کوئی بھی اصولی اور نظریاتی ریاست اپنے حدود میں کسی غیر نظریہ کو کھل کر حکمرانی کرنے کی اجازت اور اختیارات نہیں دیا کرتی۔

بلوغ تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرعی طور پر سن بلوغ کو پہنچ چکا ہو کیوں کہ نابالغ خود مرفوع القلم ہوتے ہیں۔ اس سے اس کے عمل کی کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی تو دوسروں کے معاملات میں وہ فیصلہ کرنے کا اہل کب ہو سکتا ہے شرعی احکام کے وجوب کی بنیادی شرط تو بلوغ ہے لہٰذا غیر بالغ آدمی قضا کا اہل نہیں ہوگا۔ (۶)

بلوغ کے لیے عمر کی کوئی حد نہیں لگائی جا سکتی۔ بلکہ اس سے طبعی بلوغ مراد ہوگا یعنی جب وہ شریعت کے دوسرے احکام کا مکلف ہوگا۔ اس وقت وہ بالغ تصور ہوگا اور قضا کے منصب کے لیے اس لحاظ سے اہل بھی سمجھا جائے گا۔

عقل عقل کی شرط بھی تمام فقہاء کے نزدیک مسلم ہے (۷) اس طرح کوئی غیر عاقل یا کوئی مجنوں اور دیوانہ قضا کے منصب پر فائز ہونے کا اہل نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس حالت میں تمیز اور اس اور ان کی صلاحیت ہی مفقود ہوتی ہے بلکہ امام ماوردیؒ تو فرماتے ہیں کہ واجبی اور معمولی عقل اس میدان میں کافی نہیں بلکہ اچھی ذہانت بہتر قوت تمیز اور سہو و غفلت سے ایسا بعد درکار ہے جو کہ مسائل کو حل کرنے اور مشکلات کو رفع کرنے کے کام آئے۔ یعنی کمال درجے کی وہ عقل مندی سوجھ بوجھ اور فکری پختگی ضروری ہے جو کہ اس منصب کے شایان شان ہو (۸)

مرد ہونا (ذکورۃ) اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان تین رائے پائی جاتی ہیں، مالکی، شافعی، حنبلی اور شیعہ فقہاء کے نزدیک قاضی کا مرد ہونا ضروری ہے (۹) اور عورت قاضی کے منصب پر نہیں بیٹھ سکتی جب کہ اہل ظاہر اور ابن جریر طبری نے اس کے خلاف رائے دی ہے (۱۰)

فقہائے احناف نے حدود و قصاص کے قضایا میں تو قاضی کا مرد ہونا ضروری قرار دیا ہے جب کہ ان کے ہاں دیگر قضایا میں عورت بھی یہ ذمہ داری لے سکتی ہے (۱۱)

قرآن و سنت کا مطالعہ کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عورت کو اپنے دائرہ کار کے اندر رہتے

ہوئے گھریلو زندگی کی بہتری کے لیے وقف ہونا چاہیئے۔ بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت ایسی ذمہ داری ہے جس سے فقط وہی عہدہ برا ہو سکتی ہے۔

دوسری طرف عدلیہ کا رکن بننے کی صورت میں عورت کو اپنے حدود سے نکل کر مردوں سے اختلاط بات چیت اور ضروری حالات سے باخبر رہنے کے لیے چلنے پھرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ جن میں سے کچھ صورتیں قطعی طور پر ممنوع ہیں۔ جب کہ عورت کا باہر نکلنا، مردوں سے بات چیت کرنا اور گھل مل جانا یہ سب فتنہ کا باعث بنتی ہیں۔ لہٰذا ہم عورت کو ایک ایسا کام کرنے کی ذمہ داری نہیں دے سکتے جس کے نتیجے میں ہمیں اسلامی اقدار اور تعلیمات کو پامال کرنا پڑے۔ اس لیے قاضی کے لیے مرد ہونا شرط قرار پائے گا۔ البتہ ایسے امور جہاں پر عورت کے قاضی بنائے بغیر کام نہ بنتا ہو، عورتوں کے خصوصی معاملات ہوں یا اس کے علاوہ کوئی نعم البدل نہ ہو، یا کسی بڑے شرعی مقصد کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ اس صورت میں قاضی کے منصب پر عورت کو فائز کیا جا سکتا ہے۔ اور اس صورت میں عورت کو قاضی بننے کی اجازت دی جائے گی۔ اس طرح بنیادی طور پر صرف مرد ہی قاضی ترجیح ہوا کریں گے۔ سوائے مخصوص حالات کے جہاں عورت کے قاضی بنائے بغیر کوئی چارہ نہ ہو وقتی طور پر اس کی اجازت دی جائے گی۔ یہی فقہاء کرام کے مذکورہ اقوال کا خلاصہ بھی ہے۔

حریت (آزادی) آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اسلام کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ غلامی کی لعنت سے دنیا کو پاک کرے کیونکہ اس میں انسان اپنے فکر و عمل کا آزادانہ طور پر مالک نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنے مالک کے حکم کا غلام ہوتا ہے۔ فقہا نے اسی بنا پر قاضی کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ آزاد ہو۔ کسی کا زر خرید غلام نہ ہو۔ اپنے فکر و عمل میں آزاد ہو۔ اور کوئی انسان اس کے سیاہ و سفید کا مالک نہ ہو۔

جمہور فقہائے قاضی کے منصب کے لیے آزادی کو ایک بنیادی شرط قرار دیا ہے مالکی، حنبلی، شافعی اور جمہور شیعہ اس کو شرائط اہلیت میں سے قرار دیتے ہیں (۱۲) احناف نے بھی تنفیذ حکم کے لیے اس کو لازمی قرار دیا ہے (۱۳) جب کہ صرف اہل ظاہر اور بعض اہل العشرہ اس کو لازمی قرار نہیں دیتے۔ (۱۴) لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں جمہور کی رائے ہی کو ترجیح حاصل ہے۔

عدل قاضی کا عادل ثقہ اور باکردار ہونا بھی ضروری ہے یہ مالکی، حنبلی، شافعی اور شیعہ مکاتب فکر کی رائے ہے (۱۵) کیونکہ اس اہم منصب پر وہی شخص بیٹھے گا جو خود اپنے کردار کے ذریعے لوگوں کے اندر مقام پیدا کر سکتا ہو۔ یا کم از کم اس کے اعمال و اخلاق کو دیگر لوگ دلیل بنا کر اسلامی

نظام عدل کا مذاق نہ اڑائیں۔ اور نہ ہی اس کے کردار میں شک کر کے اس کے فیصلے کو مشکوک ٹھرائیں۔ اسی وجہ سے فقہاء شریعت نے قاضی کا ثقہ اور باکردار ہونا بھی لازمی قرار دیا ہے۔

احناف کے نزدیک شاید معاشرے کی بداخلاقی کی طرف زیادہ میلان کی وجہ سے اس شرط کو شرط اہلیت نہیں قرار دیا گیا ہے (۱۶) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قاضی غیر عادل ہو، بلکہ غیر عادل کی قضا بھی جائز ہے، اور ظاہر ہے وہ صرف اس صورت میں کہ جب اس سے کوئی بہتر آدمی نہ ملے، معاشرے میں بداخلاقی کے عام رجحان کی وجہ سے یہ تو ممکن ہے کہ اگر کوئی زیادہ ثقہ اور باکردار آدمی نہ ملے تو اس سے کم درجہ کا ڈھونڈھ لیا جائے گا، لیکن وہ اپنے معاشرہ کی نسبت سے اچھے افراد میں سے ہو، بداخلاق اور بدکردار لوگوں کو عوام کی گردنوں پر مسلط کرنے کا جواز اس رائے میں قطعاً نہیں ہے اصل تو یہی ہے کہ باکردار اور نیک و صالح عناصر کو ہی یہ منصب سونپا جائے گا۔ (۱۶) تاکہ وہ عوام کے نزاعات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ کر سکیں اور اسلامی اقدار اور تعلیمات کو ترجیح دے سکیں۔ البتہ اگر کسی میدان میں مخلص اور باکردار فرد نہیں ملتا ہے تو اس صورت میں اس سے کم درجہ کے نیک فرد پر بھی اکتفا کر لیا جائے گا (۱۷)

اجتہاد قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مختلف نوادر قضایا اور معاملات میں اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو شافعی، حنبلی، ظاہری اور شیعہ مکاتب فکر کی رائے یہ ہے، (۱۸) البتہ مالکی اور حنفی فقہاء قاضی کے لیے اجتہاد کو ضروری قرار نہیں دیتے (۱۹)

قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قاضی اپنے سامنے لائے جانے والے معاملات اور قضایا کو خوب جاننے والا ہونا چاہیئے لہذا اگر کوئی آدمی علم نہیں رکھتا ہے تو وہ فیصلہ کرنے کا اہل نہیں ہے اس لئے جہاں بھی مجتہد عالم مل سکتا ہو وہاں اس کا قاضی لگنا ضروری ہے لیکن چونکہ نہ تو تمام عالم مجتہد ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے تو فقہاء نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ مجتہد نہ ہونے کی صورت میں کسی مجتہد کی رائے کی پابندی کرنی ہوگی۔ از خود اجتہاد کی صلاحیت نہ ہونے کی صورت میں کسی ایسے قاضی کی پیروی لازمی ہوگی جو مجتہد ہو۔ اس طرح شریعت کے مقاصد بھی پورے ہوں گے اور دین میں غیر ضروری سختی اور پابندی کا رجحان بھی پیدا نہیں ہوگا۔ رب العزت فرماتے ہیں۔

" وما جعل علیکم فی الدین من حرج " (۲۰) اور حدیث نبوی ہے کہ " یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا " (۲۱)

پس قاضی کے لیے مجتہد ہونا بہت ضروری ہے، اس طرح معاملات و قضایا جلدی اور بسہولت احسن طریقے سے نمٹائے جاسکیں گے، لیکن بصورت عدم موجودگی اس عالم کو بھی قاضی بنایا جا سکتا ہے جو اگرچہ اجتہاد

کی صلاحیت تو نہیں رکھتا لیکن اپنے علم و فہم کے ساتھ ساتھ وہ کسی مجتہد عالم یا قاضی کی پیروی کرتا ہے اور یہی شریعت اسلامی کا تقاضا ہے۔

سماعت، بینائی اور گویائی پر قدرت جمہور فقہاء کے نزدیک قاضی کی اہلیت کی شرائط میں سے سلامت سمع و بصر و نطق بھی ہے یہ احناف حنابلہ مالکی اور شافعی علماء کی بڑی اکثریت کی رائے ہے (۲۲)

جب کہ بعض شافعی اور مالکی فقہاء سمع و نطق کو تو شرط قرار دیتے ہیں۔ جب کہ قوت بینائی کو اس کے لیے ضروری نہیں سمجھتے۔ (۲۳)

اس سلسلے میں راجح قول یہی ہے کہ قاضی کے لیے قوت سماعت گویائی اور بینائی تینوں ضروری ہیں۔ کسی ایک قوت سے بھی محروم فرد قضا کے مقتضیات کو پورا نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ ضروری ہے کہ قاضی پوری طرح مدعی اور مدعی علیہ کو سمجھے اور یہ دیکھنے بولنے اور سننے کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا ضروری ہے کہ قاضی سلیم الحواس ہو اور قضایا کو پوری طرح سن سمجھ اور دیکھ سکتا ہو اور ساتھ ہی اپنے مافی الضمیر کو پوری طرح ادا کرنے پر بھی قادر ہو۔

حواشی

۱۔ النساء: ۱۴۱۔
۲۔ الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۶۵، ردالمختار: ۳۵۴/۵، مغنی المحتاج: ۳۷۵/۴، بدائع الصنائع: ۳/۷۔
۳۔ النساء: (۱۴۱)
۴۔ تبصرۃ الاحکام: ۲۳/۱، مغنی المحتاج، ۳۷۵/۴، الاقناع: ۳۶۸/۴، المحلی: ۳۶۳/۹، البحر الزخار: ۱۲۰/۵۔
۵۔ ردالمختار: ۳۵۴/۵، بدائع الصنائع ۳/۷
۶۔ تبصرۃ الاحکام: ۲۳/۱، مغنی المحتاج ۳۲۵/۴، ردالمختار ۳۵۴/۵ البحر الزخار: ۱۹۹، الاقناع ۲۶۸/۴۔
۷۔ المراجع السابقہ۔
۸۔ الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۶۵۔
۹۔ تبصرۃ الحکام: ۲۳/۱، مغنی المحتاج: ۳۸۵/۴، الاقناع: ۳۶۸/۴، البحر الزخار: ۸/۵
۱۰۔ المحلی: ۳۶۳/۹، نیل الاوطار: ۳۶۵/۸۔
۱۱۔ ردالمختار: ۳۵۴/۵، بدائع الصنائع: ۳/۲، فتح القدیر: ۴۵۴/۵۔

۱۲۔ تبصرۃ الحکام : ۱/۲۳، مغنی المحتاج : ۴/۳۷۵، المغنی والشرح الکبیر : ۷/۳۸۴ الاحکام السلطانیہ لابی یعلی : ص ۷۴، دلیل القضاء الشرعی : ۱/۲۰۔

۱۳۔ بدائع الصنائع : ۷/۳، الزیلعی : ۴/۳۱۸۔

۱۴۔ المحلی : ۹/۳۶۳، نیل الاوطار : ۸/۲۶۶

۱۵۔ تبصرۃ الحکام : ۱/۵۲۴ الاقناع : ۴/۳۶۸، مغنی المحتاج : ۴/۳۷۵، البحر الزخار : ۵/۱۱۹۔

۱۶۔ رد المختار : ۵/۳۵۴، الزیلعی : ۴/۱۷۵

۱۷۔ انظر للتفصیل فی العدالۃ مجموع فتاوی ابن تیمیہ : ۳۵/۹-۴

۱۸۔ مغنی المحتاج : ۴/۳۷۵، الاقناع : ۴/۳۶۸، المحلی : ۹/۳۶۳، البحر الزخار : ۵/۱۴۰

۱۹۔ تبصرۃ الحکام : ۱/۲۷، الدر المختار : ۵/۳۵۴

۲۰۔ الحج : ۷۸

۲۱۔ حدیث متفق علیہ بحوالہ ریاض الصالحین تحقیق الالبانی حدیث رقم : ۶۴۲

۲۲۔ الزیلعی : ۴/۱۷۸-۲، الاقناع : ۴/۳۶۸، تبصرۃ الحکام : ۱/۲۵، مغنی المحتاج : ۴/۷۵

۲۳۔ مغنی المحتاج : ۴/۳۷۵، تبصرۃ الحکام : ۱/۲۵، سیرۃ ابن ہشام : ۲/۶۱۲

اسلام اور عصر حاضر مغربی افکار تہذیب و تمدن اور عالم اسلام پر اس کے اثرات کا تحلیل و تجزیہ، بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، یہ کتاب آپ کو ایمانی حمیت اور اسلامی غیرت سے سرشار کر دے گی۔

تحریر : مولانا سمیع الحق "مدیر الحق" صفحات ۶۴ – قیمت ۱۲۰ روپے۔

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سرحد۔